بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروریاتِ عقلی

علامہ مولوی پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیان

The Necessity of Logic

Rev Mulawi Abdul Haqq

September July 20th 1967
www.noor-ul-huda.com

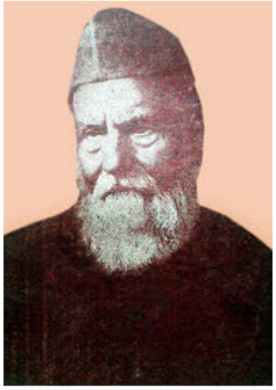

Rev Mulawi Abdul Haqq
1889 – 1970

پھر بھی کاملوں میں ہم حکمت کی باتیں کہتے ہیں۔ لیکن اس جہاں کی اوراس جہان کے نیست ہونے والے سرداروں کی حکمت نہیں۔ بلکہ ہم خداکی وہ پوشیدہ حکمت بھید کے طورپر بیان کرتے ہیں۔ جو خدانے جہان کے شروع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی"(۱کرنتھیوں ۲: ۶،۷)۔

ایسی ضروریات عقلی جو صرف بائبل مقدس کی الٰہی حکمت پر مبنی مسیحی عقائد میں ہی پوری ہوسکتی ہیں ان میں سے چند بطور مختصر طالبان حق کے فائدے کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔اس بیان کے دوحصہ ہوں گے۔ حصہ اول میں چند ضروریات عقلی اختصار کے ساتھ براہین عقلی سے مبرہن ہوں گی۔اور حصہ دوم میں بائبل مقدس کے بیانات کے روسے ان ضروریات کی تکمیل وتشریح پیش کی جائے گی۔

(۱)

وحدت وکثرت مضافین ہیں۔ کیونکہ ایک کے مفہوم کا تعقل دوسرے کے مفہوم کے تعقل پر موقوف ہے۔ نہ ان میں عدم وملکہ کا تقابل پایاجاتاہے نہ ضدین کااور نہ نقیضین کا۔ پس اگر کسی معنی کی وحدت کا مفہوم ازلی ماناجائے گا۔ تووہ ازلی کثرت کی نسبت واضافت سے متعقل ہوگااور بنابریں ہر مفہوم کی ازلی کثرت کے انکار سے ہر مفہوم کی ازلی وحدت کاانکار لازم آئے گا۔ چنانچہ خارجی عالم میں ایسی وحدت کا مفہوم ناپید ہے۔ جوکہ ہر طرح کی کثرت ونسبت واضافت کے بغیر متعقل ہوسک اور انسانی عقل بھی ایسی وحدت کے ثبوتی مفہوم کے تعقل وتصور سے عاجز وقاصر ہے جوکہ ہر طرح کی کثرت کے ثبوتی مفہوم کی نسبت واضافت کے بغیر مفروض ہو۔اور لامحالہ جس مفہوم کا ثبوتی طورپر تعقل ہی محال ہو۔اور جس کی مثال تک اعیان میں موجود نہ ہو۔اس کا مصداق خلاف عقل ٹھہرے گانہ کہ فوق العقل کیونکہ فوق العقل وہ امر ہوگا۔ جس کے وجود کی

ضرورت از روئے عقل ثابت ہو۔ اور جس کا ثبوتی مفہوم مثالی پیرایہ میں معلوم ہوسکے۔ لیکن اس کے مصداق کی مثل، عالم محسوسات میں نہ پائی جائے۔ اور اس کی حقیقت و کیفیت کا علم، انسانی عقل کی پہنچ سے باہر ہو۔ پس جس امر کا کوئی ثبوتی مفہوم ہی متعقل نہ ہوسکے اور جس کی خارج میں مثال تک ناپید ہو۔ وہ وہم محض پر مبنی اور خلاف عقل ٹھہرے گا۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کی ایسی وحدت ذاتی کے قائل ہیں کہ جس کا مفہوم ہر طرح کی کثرت کے مفہوم کا منافی ہے وہ نہ ایسی وحدت کے مفہوم ثبوتی کی تعریف بیان کرسکتے ہیں۔ اور نہ اس کی مثال پیش کرسکتے ہیں اور جیسا کہ کتاب "اثبات التثلیث فی التوحید" میں "بحوالہ" حیات النفوس واجب والوجود کی صلبی وحدت کی تشریح منقول ہوچکی ہے۔ اُردو میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جو واحد کثیر پر محمول نہ ہو۔ اور اس کا مفہوم اعتباری محض نہ ہو۔ تو وہ قابل قسمت ہوگا یا نہ ہوگا؟ اگر قابل قسمت نہ ہوگا۔ تو وہ اشارہ حیؔ کے قابل ہوگا یا نہ ہوگا؟ اگر ہوگا تو وہ نقطہ ہے۔ اور اگر اشارہ حیؔ کے قابل نہ ہوگا۔ تو وہ واحد مطلق ہے اور وہ واحد مطلق میں اگر کثرت کا عقلی اعتبار (بطور اعتباری محض ممکن ہو۔ تو عقل ہے اور اگر کثرت کا عقلی کا اعتبار بھی ممتنع ہو۔ تو واجب الوجود ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ واجب الوجود کی وحدت کا مفہوم نہ صرف ایک مفرض شی نقطہ ہی کا صلبی مفہوم ہے۔ بلکہ فقط کا صلبی مقابلہ واحد مطلق ہے۔ اور واحد مطلق کے بھی ثبوت و صلبی دو مفروض مفہوموں میں سے ثبوتی مفہوم حکما کی ایک مفروض و مفہوم کلی عقل ہے اور عقل کا صلبی مقابل واجب الوجود ہے۔ اور اس مفرض صلب محض کے معتقدین واجب والوجود کے ہر ثبوتی مفہوم کو شرک قرار دیتے ہیں مگر اپنی طرف سے توحید واجب کا کوئی ثبوتی مفہوم پیش کرنے کے بجائے ممتنع الوجود کے مفہوم کا مفروض واجب الوجود پیش کردیتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ واجب الوجود کے مفرض مفہوم (صلب محض) کی طرف بعض ایسی ذاتی صفات منسوب کرتے ہیں۔ جن کے مفہومات ممتاز اور ثبوتی ہیں۔ اوجو پیشتر بائبل مقدس میں مذکور ہوچکے ہیں۔ جیسے کہ حیات، کلام، علم، ارادہ، قدرت، ان کثیر ثبوتی صفات کے ذات واجب کی مفروضہ صلیب وحدت کے ساتھ علاقہ کی معقول توضیح پیش کرنا ان کے لئے مشکل ہے۔ چنانچہ ایک فرقہ اس لئے کثیر صفات کو غیر ذات قرار دیتا ہے۔ کہ کثیر کو اوحد محض کا، عین قرار دینا محال ہے۔ لیکن اس عقیدہ سے تعداد قدما کا استحالہ لازم آتا ہے۔ اس لئے ایک اور فرقہ صفات کثیرہ کو ذات واحد محض کا عین قرار دیتا ہے۔ جس سے درحقیقت صفات کی کثرت کے حقیقی ہونے کا انکار لازم آتا ہے اور وہ اعتباری محض ٹھہرتی ہیں۔ اور ان کو ذات واحد محض کا عین فرض کرنا کثیر صفات کی نفی کا متلزم ہے۔ نیز اس صورت میں صفات کے ثبوتی مفہوم کا علم ہی محال ٹھہریگا کیونکہ صفات کے بغیر ذات واحد محض کا کوئی ثبوتی مفہوم ہو نہیں سکتا اور جب صفات کو عین ذات فرض کرلیا گیا تو صفات کے ثبوتی مفہوم کا علم ذات کے ثبوتی مفہوم کے علم پر موقوف ٹھہریگا۔ پس صفات کے ثبوتی علم کا حصول ممتنع ہوگا۔ اور ذات واحد محض کے ساتھ کسی طرح کی ذاتی یا اضافی صفات کا لگاؤ ممکن نہ ہوگا۔

مذکورہ مشکلات سے بچنے کے لئے ایک اور فرقہ لاعین ولاغیرہ کا قائل ہے۔ تاکہ نہ تکثر وجیاء کا محال لازم آئے اور نہ صفات کثیرہ کی نفی لازم آئے۔ لیکن اس سے صریح طور پر ارتفاع نقیضین کا محال لازم آتا ہے جس کو ان کی کوئی رکیک تاویل رد نہیں کرسکتی۔ غرضیکہ واحد محض کا مفہوم چونکہ صلب محض ہے۔ اس لئے کسی طرح کے حقیقی اور ثبوتی صفات کثیرہ کی نسبت واضافت اس کے ساتھ ممکن ہی نہیں۔

اور جس طرح سے ازلی واحد محض کا عقیدہ خلاف عقل ٹھہرتا ہے اسی طرح سے تین متغائر ازلی ماہیتوں کا عقیدہ بھی خلاف عقل ہے۔ کیونکہ اگر متعدد متغائر ازلی ماہتیں فرض کرلی جائیں تو:

(الف) ان کی کثرت کسی وحدت کی نسبت کے بغیر مفروض ہوگی۔ جس کی نہ کوئی ثبوتی تعریف ہوسکتی ہے اور نہ خارج میں اس کی مثال ہی پائی جاتی ہے (ب) یا تو وہ متغائر ماہتیں واجب یا بالذات مفروض نہ ہوں گی۔ اور اس سے ان کی ازلیت باطل ٹھہرے گی۔ اور یا ان کے مختلف ماہیتوں کا وجود کلی مشکک ٹھہریگا کیونکہ ہر ماہیت کے وجود کا الگ الگ مفہوم ہوگا اور یہ صریح بطلان ہے۔ کیونکہ وجود کے استقلال اور قائم بالذات ہونے کے ماسوا وجود کا کوئی مفہوم نہیں ہوسکتا۔ (ج) تین مختلف ماہیتوں کی کثرت عددی ماننی پڑے گی۔ اور ایک معدود سے زائد دوسرا اور دوسر زائد تیسرا معدود ہوگا۔ جس سے تینوں محدود ٹھہریں گے کیونکہ غیر محدود سے زائد کا فرض ہی محال ہے۔ اور کوئی محدود

واجب بالذات نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے بعض جگہ اسکے نہ ہونے کی ضرورت باسکے ہونیکا امکان لازم آئیگا۔ حالانکہ واجب کا وجود ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ضروری ہے اگر کسی جگہ یا کسی زمانہ میں اس کا عدم یاامکان لازم آیا تواس کا وجود ضروری اور واجب نہ رہا۔

پس از روئے عقل، ذات، واجب کی ازلی وذاتی وحدت اوراس کی ازلی و باطنی کثرت کی ضرورت ثابت ہےاور کائنات عالم سے اس کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اس بے مثل ذات کی مثل ممتنع ہے۔اس کی وحدت ذاتی و کثرت باطنی کی حقیقت وکنہ کا علم فوق العقل ہے۔ پس نہ اس کی ازلی وحدت کی حقیقت مخلوقات کی وحدت کی مثل ہوسکتی ہے۔اورنہ اس کی کثرت کی حقیقت، کائنات عالم کی کثرت کی مانند ہوسکتی ہے۔

(۲)

واجب الوجود کا مفہوم کلی ہوگا یا جزئی۔اور کلی وہ مفہوم ہے جس کے کثیر پن پر صادق ہونے کو عقل جائز رکھےاور جزئی وہ مفہوم ہے جس کے کثیر پن پر صادق ہونے کو عقل جائز نہ رکھے مسلم منطقیین نے واجب الوجود کا مفہوم کلی مانا ہے کیونکہ جزئی مانیں تو وہ ضرور کلی ذاتی کی طرف مضاف ہوگا۔اس لئے کہ کلی و جزئی مضافین ہیں لیکن مسلم حکماء نے واجب الوجود کو کلی ممکن الافراد ماننے کے باوجود اس کے ساتھ ایک فرد ممکن اور دیگر افراد کے امتناع کی شرط بلا ثبوت صرف تقلیدی اعتبار سے لگادی ہے۔ کیونکہ واجب الوجود کو واحد محض مان کر اس کی باطنی کثرت ثابت ہی نہیں کرسکتی۔اور خارجی افراد کے فرض سے اس کے شکار لازم ٹھہریں گے۔اس لئے اُنہوں نے واجب الوجود کو کلی ممکن الافراد ماننے کے باوجود اس کے ایک فرد کے ممکن ہونے اور دوسروں کے امتناع کا حکم کسی عقلی حجہ وثبوت کے بغیر ادارہ متحکم لگادیا۔ ورنہ یہ حکم عقلی ہونے کے بجائے خلاف عقل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایک ہی کلی کے افراد پر امکان وامتناع کے نقیضین کا حکم لازم آئے گا اور اس طرح سے ممکن الوجود اور ممتنع الوجود دونوں واجب الوجود کلی کی جزئیاں ٹھہریں گی جس سے اجتماع نقیضین کا استحالہ لازم آئے گا۔اور واجب الوجود کو کلی ماننے سے اس کا متعلق سکوت اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی ہے۔ لیکن کلیاں چونکہ دو عرضی اور تین ذاتی پانچ ہی قسم کی ہوسکتی ہیں۔اس لئے واجب الوجود کو کلی مان کر ان میں سے کسی کی مثال قرار دینا ضرور ہے۔ پس ذات واجب کو دو عرضی کلیوں میں سے کسی کی مثال قرار دینا خارج از بحث ہے۔اور کلی ذاتی میں سے جنس اور فصل چونکہ جزماہیت یعنی جزمقوم اور جزمقسم ہیں۔اس لئے وہ غیر متجزی ذات کی ماہیت سے متعلق نہیں ہوسکتے اور اس کی ذات پر واجب الوجود کا اطلاق بھی اس کی فوق العقل حقیقت کو مثالی طور پر سمجھنے کے لئے ہے۔ ورنہ وجود اس کا جزعام نہیں اور واجب اس کا جزمخصص نہیں۔ کیونکہ اس کی ذات پاک میں کس طرح کے تغائیر و تماثل کا امکان ہی نہیں۔اوراس کے لئے عمومیت و خصوصیت کا فرض ہی باطل ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ وجود کا اطلاق اس پر اعتباری معنی میں ہے۔ جیسے کہ ممکن الوجود اور ممتنع الوجود پر بھی اس کا اطلاق اعتباری ذہن کے طور پر ہے۔نہ کہ اعتباری نفس الامری کے طور پر۔ کیونکہ ممتنع کا خارج میں عدم ضروری ہے۔ پس عدم محض پر وجود کا اطلاق صرف ذہنی اعتبار کے طور پر ہی ہوسکے گا۔اور کلی ممکن الافراد (امکان بمعنی خاص) کا کوئی فرد ازل میں موجود نہ ہونے بلکہ سبوق بالعدم ہونے کے باوجود وہ ممکن الافراد ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خارج میں اس کے عدم وجود دونوں کا امکان ہے اور اُس کے عدم پر وجود کی ترجیح کا سبب تاثیر واجب الوجود ہے۔ ورنہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے نہ اُس کا وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے۔اور کلی واجب الوجود کے عدم کا فرض بھی ممتنع ہے۔ کیونکہ کوئی جگہ ایسی فرض نہیں کی جاسکتی۔ جہاں اس کا وجود ضروری نہ ہو اور کوئی زمانہ بھی ایسا مفروض نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

الحاصل! کلی واجب الوجود کا مفہوم نہ عرض عام ہوگا اور نہ خاصہ۔اور نہ جنس نہ فصل بلکہ بمنزلہ نوع کلی کے ہوگا، لیکن کسی حادث نوع کلی کی مانند نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حادث و طبعی نوع کلی کے افراد گرچہ متفقتہ الحقیقتہ اور متحد بالذات ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کثرت عددی پائی جاتی ہے اور وہ الگ الگ اجسام کے محدود متغائر اشخاص ہونگے چنانچہ مثال کے طور پر نوع انسان جو کہ اپنے خالق کی صورت پر مخلوق ہوئی) کے اشخاص اپنی ماہیت اور صفات ماہیت (نوع صفات) میں متحد ہیں۔ لیکن شخصی صفات واجسام کو اعتبارے متعدد و متغائر میں بنابریں نوع انسان کی ماہیت ،ذات واجب کی مثال ہوسکتی ہے اس کی مثل اور مانند نہیں ہوسکتی۔ پس واجب الوجود کا مفہوم بمنزلہ نور کلی کے ہے اوراس کے بمنزلہ اشخاص باطنی کثرت جو مثال جزئیات ہے اور جس کو اصطلاحی طور پر بمنزلہ محل صفات کہہ سکتے ہیں) کا ذات وصفات میں واحد اور صفات فعل میں ممتاز ہونا

قرین قیاس ہے کیونکہ کلی واجب الوجود کی کثرت نہ افرادی ہوسکتی ہے نہ خارجی اور نہ عددی۔ اس لئے کہ اس کی ذات بے مثل اور لاشریک اور لامحدود ہے پس اکی کثرت کا بمنزلہ محل صفات اور باطنی اور امتیازی ہونا قرینِ قیاس ہے۔

(۳)

خدا تعالیٰ نے واجب بالذات اور مستغنیٰ عن الغیر ہے اس لئے اس کی حقیقۃ محصہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ نیز چونکہ وہ کائنات محدثہ کی علت العلل اور خالق مخلوقات ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت کا انکار بھی ممکن نہیں۔ اور اگر یہ دونوں حقیقتیں متغائر فی الماہیت مفروض ہوں۔ تو تکثر وجبا کا استحالہ لازم آئے گا۔ پس دونوں حقیقتوں کا متضائف اور واحد بالذات ہونا ضرور ہے۔ اور ازیں جہت دونوں ممتاز حقیقتوں کا یعنی مضافین ازلی میں۔ حقیقۃ وحدۃ لازم آئے گی اور اس طرح سے واحد واجب بالذات میں حقیقۃ محضۃ حقیقۃ اضافہ، حقیقۃ وحدۃ کی ازلی اور باطنی کثرت کا مسلمہ صحیح ہوگا، واجب بالذات کی ازلی وحدۃ میں ازلی اور باطنی کثرت کے متعلق یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ کثرت کا اعتبار تو وہ سے لیکر الی مالانہاعیہ ہے۔ پھر کیوں ذات واجب میں تین منزلہ محل صفات کی کثرت ہی معتبر ہے۔ دو یا چار کی نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ازلی وحدت کے مفہوم کے تعقل اور نسبت کے لئے ازلی کثرت کے مفہوم کی نسبت و اضافت کی ضرورت ثابت کرنا عقل کا کام ہے۔ لیکن کثرت نفس الامری کی تعیین، عقل کا کام نہیں۔ چنانچہ انبوہ یا فوج کے لفظ کا اطلاق از روئے عقل فرد واحد پر نہیں بلکہ غیر معین کثرت کے اعتبار پر ہوگا۔ لیکن کسی خاص جگہ اور وقت کے انبوہ یا فوج کی واقعی کثرت ضرور معین ہوگی۔ اور اس کے خارجی شمار کی تعین اعتبار عقلی سے نہیں بلکہ مشاہدہ یا متواتر شہادتوں یا صحیح تواریخ سے متعلق ہے۔ اور یہ وسائل بھی بدیہی اور خارجی کثرت کے لئے ہو سکتے ہیں لیکن جس کثرت کا اعتبار نفس الامری، نادیدہ اور فوق الحواس اور فوق العقل حقائق سے متعلق ہوگا۔ مثلاً فرشتوں یا ارواح کی خارجی کثرت یا ذات واجب کے محل صفات یا صفات کی باطنی کثرت کی تعین کا اعتبار نفس الامری ضرور الہام اور روحانی ہدایت و روشنی سے متعلق ہوگا۔ پس از روئے عقل، واحد ذات واجب میں ازلی و باطنی کثرت کی تعین کا اعتبار ضروری ہے مگر اس واقعی اور نفس الامری کثرت کی تعیین عقل کی پہنچ سے باہر اور فوق العقل ہے۔ اسکے باوجود استدلال انی اور شیش دت اتومان (یعنی مخلوق سے خالق پر استدلال) کے رو سے ذات خالق میں تین محل صفات کی کثرت سی قرین قیاس اور مرجح ہوسکتی ہے۔ چنانچہ انسان جو اشرف المخلوقات اور اپنے خالق کی صورت پیدا کیا گیا ہے۔ اس میں تین ہی قسم کی صفات ہیں نمبر ا نفسانی، مثلاً بھوک، پیاس، سونا، جاگنا، حس و حرکت وغیرہ۔ نمبر ۲ عقلی، مثلاً سوچنا، سمجھنا بدیہیات سے نظریات کا استنباط وغیرہ نمبر ۳ روحانی، مثلاً نیکی و بدی ایثار و خود غرضی، حلم و تکبر، ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان، موت کے بعد زندگی کی امید اور ابدی راحت کے حصول کی آرزو وغیرہ۔ پس واحد ذات انسان میں تین ہی محل صفات ہیں۔ یعنی نفس عقل و روح، جو کہ نہ انسان کی ذات اور ماہیت ہیں اور نہ صفات بنا بریں انسانی ماہیت و صفات سے ان کے امتیاز کے لئے محل صفات کی اصطلاح مناسب معلوم ہوتی ہے اور یہ تین محل صفات نہ صرف ذات ماہیت میں متحد بلکہ ایک ہی انانیت سے متعلق ہیں۔ اور اپنے صفات فعل یعنی نفسانی، عقلی اور روحانی صفات کے آثار سے وہ باہم ممتاز ہیں۔ اسی طرح بائبل مقدس اور دیگر مذہبی کتب میں ذات الٰہی کو نور کی مثال جو دی گئی ہے اور طبعی نور کا منبع سورج ہے۔ اس کی واحد شعاع میں بھی باعث حرارت، باعث ضیا اور باعث کیمیائی تاثیر کے تین محل صفات ہی پائے جاتے ہیں۔ جو تین آثار یعنی گرمی روشنی اور جسمانی زندگیوں میں کیمیائی اثر کے اعتبار سے باہم ممتاز ہیں۔ اور ذات واجب کے متعلق اس حقیقت کو ماننا ناگریز ہے۔ کہ اس کی ذات و ازلی لوازمات پر لفظی دلالت التزامی ہی ہوسکتی ہے نہ کہ مطابقی یا تضمنی، پس مخلوقات کے ذوات و محل صفات و صفات اس کی مانند نہیں بلکہ مثال ہی ہو سکے ہیں۔ اور اس جہت سے اس کے لئے بمنزلہ ذات اور بمنزلہ محل صفات اور بمنزلہ صفات کے الفاظ کا استعمال قرین حقیقت ہوگا۔

(۴)

ذات واجب کو مخلوقات کا خالق ماننے کی جہت سے مخلوقات کے ساتھ خدا کی بضافت ضرور ہوگی کیونکہ علت و معلول مصافین ہیں۔ پس یہ اضافت صرف ازلی مفروض ہوگی یا صرف حادث یا ازلی و حادث دونوں؟ اگر مخلوقات کے اعتبار سے خالق کی اضافت اس کے ساتھ ازلی فرض کی جائے۔ تو مخلوقات کی ازلیت لازم آئے گی۔ اور اگر صرف حادث اضافت فرض کی جائے تو چونکہ ذات واجب ازل میں اضافت سے خالی مفرض ہوگی اس لئے حادث اضافت سے ذات واجب میں امکان کا اضافہ اور ذات قدیم

کے لئے اضافہ حادثہ کا انضمام لازم آئے گا جو محال و مستحیل ہے کیونکہ ذات واجب کا مستقل بالذات و کامل فی الصفات ہونا ضرور ہے۔ پس اس کی ذات میں ازلی و باطنی اضافت ضرور ہے۔ اور حادث و خارجی اضافت اسی ازلی و باطنی اضافت کا اثر اور اس کے ازلی جلال کی معموری کا صدوری قیام ہوگا اور ازلی مضافین میں ذاتی وحدت ضرورت ہوگی جس سے واحد ذات ازلی میں تین محل صفات باطنی کا ماننا قابل قبول ہوگا۔

(۵)

جیسا کہ مبرہن ہو چکا۔ خداتعالیٰ کو کائنات عالم کا خالق و مالک و پروردگار ماننے سے ممکنات محدثہ کے ساتھ اس کی اضافت تخلیقی، تملیکی اور تمکینی لازم آئے گی۔ پس تضائف سے ذات واجب کا کمال اور جو وجوب مفروض ہوگا یا نقص اور امکان؟ نقص اور امکان کے فرض سے اس کے واجب بالذات اور کامل علی الاطلاق ہونے کا انکار لازم آئے گا۔ اور کمال دو وجوب ماننے کے اعتبار سے اسکے تضائف کا صرف حادث اور خارجی ہونے کا مفروضہ باطل ٹھہریگا۔

کیونکہ:

نمبر ۱ خداتعالیٰ ازلیت میں اور مرتبہ ذات میں اس ضرورت اور کمال سے خالی مفروض ہوگا۔ نمبر ۲ ممکنات، محدثہ (جن کے لئے وجود ضروری ہے نہ وہ کامل مطلق ہو سکتی ہیں) کے ساتھ کامل اور ضروری تضائف کا فرض ہی ممتنع ہے۔ پس اس کی ازلی و باطنی اضافت کی ضرورت ثابت ہے۔ اور ذات واجب میں ازلی و باطنی اضافت ماننے اس کے ازلی و باطنی اضافت کی ضرورت ثابت ہے۔ اور ذات واجب میں ازلی و باطنی اضافت ماننے سے اس کے ازلی و باطنی مضافین کی ازلی و حقیقی وحدت کی لزوم ثابت ہوگا جس سے حادث و خارجی مضافات اس کے ازلی و باطنی کمال کی معموری کے صدوری آثار ٹھہریں گے۔ نیز اگر واحد ازلی حقیقت کی کثیر اور حادث اشیا کے ساتھ خارجی اضافت ممکن مفروض ہوگی تو واحد بالذات اور حقیقی مضاف کے ساتھ اس کی ازلی باطنی اضافت ضرور ثابت ہوگی۔

تنبیہ: اگر حدوث اضافت کے ایراد کو ٹالنے کے لئے خداتعالیٰ کی ازلی اضافت:

نمبر ۱: خارجی ازلی ہستیوں کے ساتھ مفروض ہو۔

نمبر ۲: اس کے ازلی معلومات کے ساتھ منسوب کی جائے۔

نمبر ۳: مخلوقات کی قدیم کلی کے ساتھ مفروض ہو۔ جس کی جزئیات حادث ہوں۔

بہ اعتبار اول: (الف) خارجی ہستیوں کے ساتھ خدا کی ازلی اضافت کے مفروضہ سے تعداد قدما لازم آئے گا۔ جس کا بطلان مبرہن ہو چک (ب) وجوب کے لئے کلی عرضی۔ خارج از ماہیت اور تغیر پذیر ہونے کے محالات لازم آئیں گے کیونکہ متعدد و متغائر ازلی ہستیاں مفروض ہوں گی۔

بہ اعتبار دوم۔ معلومات باری تعالیٰ کے حدوث و صدور سے پہلے ان کے ساتھ خالق کی اضافت اعتباری محض کے طور پر اور ایک طرفہ مفروض ہو سکے گی کیونکہ اگرچہ محدثات کے وجود خارجی اور موجودات علمی ہونے کے اعتبار سے خداتعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک ماضی و مستقبل برابر ہیں۔ لیکن حادث زمانی کے خارجی وجود سے خداتعالیٰ کی طرف اس کی واقعی اضافت کا امکان ہی نہیں پایا جاتا۔ بہ الفاظ دیگر محدثات کے حدث سے پہلے خداتعالیٰ تواُن کا خالق ہے۔ لیکن وہ اس کے واقعی اور حقیقی مخلوقا نہیں ٹھہر سکتے۔ اس لئے ان کے ساتھ خدا کی حقیقی اور اضافت کا فرض ہی محال ہے۔

بہ اعتبار سوم: نمبر ۱ کلی قدیم و جزئیات حادث فرض کرنے سے کلی و جزئی مضافین نہ رہیں گے۔ کیونکہ مضافین میں تقدوم و تاخر زمانی محال ہے نمبر ۲ اگر کلی قدیم موجودہ مفروض ہو۔ اور جزئیات حادث اور سبوق بالعدوم، تو حدوث جزئیات سے پہلے کلی حقیقی ہوگی اور جزئی اعتباری مفروض ہوگی۔ اس لئے ان کی اضافت محال ہوگی۔ کیونکہ مضافین میں سے ایک حقیقی ہوگا۔ تو دوسرا ضرور حقیقی و اعتباری میں اضافت ممکن نہیں۔ نمبر ۳ قدیم کلی و حادث جزئیات میں انفکاک لازم آئے گا۔ حالانکہ کلی و جزئیات

میں ملازمت پائی جاتی ہے اور انفکاک محال ہے نمبر ۴ کلی کا وجود اپنے افراد میں ہی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی انسانی فرد کے بغیر انسان کلی (انسانی ماہیت) کا جداگانہ وجود محال ہے بلکہ انسان کا تصور ہی محال ہے پس حادث جزئیات سے قدیم کلی مرتب نہیں ہو سکتی۔ اور جزئیات کے بغیر کلی کا وجود ہی محال ہے۔

لیکن یہ تینوں باطل اعتبارات سے اس استحالہ کا کوئی عذر نہیں پیش کر سکتے کہ ذات الٰہی کی خارجی اضافت کا ازلی امکان فرض کر لینے کے باوجود مرتبہ ذات میں خدا تعالیٰ اضافت سے خالی مفروض ہو گا اور صرف خارجی اضافت سے وجود میں امکان کا اضافہ اور ذات کا استکمال لازم آئے گا۔

(۶)

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ذات الوجوب کی اضافت صرف ممکنات محدثہ کے ساتھ ماننے سے اس کی ازلی اضافت کا انکار لازم آئے گا، جو کہ محال ہے، اور ازلی اضافت کو صرف خارجی ماننے سے تعدد قدما کا فرض اور مرتبہ ذات میں عدم اضافت کا نقص لازم آئے گا۔ اور وہ بھی محال ہے پس جیسا کہ مبرہن ہو چکا۔ ذات واجب کی حقیقی اضافت، ضرور ازلی و باطنی ہو گی اور اگر استعدلال سے استنباط کے لئے کائنات عالم پر غور کریں۔ تو وہ حقیقی اضافت بطور ظہور کے ہی ہو سکتی ہے، چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم محسوسات میں جتنے مدارج کی جسمانی زندگیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کی ذاتی اضافت بطور اپنی ماہیت کے ظہور کے ہی ہوتی ہے۔ جیسے کہ نباتات سے بیج یا پھل وغیرہ کی اضافت میں ان کی ماہیت کا ظہور، اور حیوانات میں نر و مادہ اور نوع انسان میں والدین (کیونکہ تذکیر تانیث کے متقابلین ہی حیوانی زندگی کی پوری ماہیت ہیں) سے بچوں کی اضافت میں اپنی ماہیت کا ظہور، یعنی ماہیت سے ماہیت کا اضافی قیام اور ظہور کے ہوتا ہے۔ نہ کہ فاعل سے فعل کے اضافی قیام کی مانند صدور کے طور پر، لامحالہ صدوری قیام کے مقابل ظہوری قیام کہیں افضل ہے کیونکہ حیوانی زوجین کے طبعی میلان اور حقیقی راحت کی اضافت اپنی مصنوعات کے ساتھ اس اعلیٰ پایہ کی نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ اپنی اولاد کے ساتھ اور کسی فاعل کے ارادہ کے باوجود اپنے فعل پر قادر نہ ہونے کا سبب تو قوت فعل یا آلات فعل کی کمی ہو گی۔ لیکن طبعی خواہش کے باوجود اولاد کے قیام ظہوری سے بے بہرہ ہونا طرفین (دونوں یا ایک) کی جسمانی ماہیت کے ظہور کی استعداد یا قانون فطرت کی تکمیل میں کمی پر دال ہو گا۔ اس مثالی استدلال کے متعلق یہ نگہداشت ضرور ہے کہ نباتی اور حیوانی اور انسانی زندگیوں سے تو ان کی جسمانی ماہیت کے ظہور کی مذکورہ مثالیں محدود و متخبری و حادث وستاد خراجسام کے ظہورات سے متعلق ہو نگی۔ لیکن ذات الٰہی چونکہ جسم و اجزا و حدوث و حدود سے پاک ہے۔ اس لئے جبکہ گذشتہ بیانات میں خدا تعالیٰ کی ازلی و ذاتی و باطنی اضافت متحقق ہو چکی ہے کہ تو اس ازلی و ذاتی و باطنی اضافت کی مثالی تعبیرہ حقیقی محض و ازلی نور سے حقیقی اضافی و ازلی نور کا قیام، ازلی و باطنی ظہور تجلی کے طور پر ہے۔ نہ کہ حادث خارجی ظہور تجزی کے طور پر اور ازیں تہت انسانی تفہیم و تفہیم کے لئے مثالی معنی میں واحد الٰہی ذات کے باطنی مضافین میں حقیقۃً محضہ بمنزلہ اب کے ہو گی۔ اور حقیقۃً اضافہ بمنزلہ ابن کے اور مضافین کی ذاتی وحدت بمنزلہ حقیقۃً روحی کے بالفاظ دیگر خلاصہ استدلال یہ ہے۔ کہ اگر مخلوقات (معلول) سے خالق۔ (علت نام) کی ذات پر استدلال کریں۔ تو مخلوقات کے مدارج میں اعلیٰ درجہ زندگی کا ہے اور زندگیوں میں اعلیٰ درجہ انسانی زندگی کا ہے جو عقل وغیرہ کی افضل صفات سے متصف ہے۔ اس سے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ ذات خالق میں حکمت ارادہ قدرت وغیرہ صفات کی لازمی شرط یعنی حیات کامل ضروری ہے۔ جس کے اعتبار کے بغیر دیگر صفات کا اعتبار ہی محال ٹھہرے گا۔ اور مخلوقات سے خالق پر مثالی استدلال کے رو سے کامل حیات کا خلاصہ بلا استثنا مخلوقات کے ہر درجہ حیات میں اپنی ماہیت کے ظہوری قیام کا افادہ ہے۔ پس ذات خالق کا کمال بھی نہ صرف قیام صدوری (فعل تخلیق) کی حادث و محدود و خارجی اضافت بلکہ قیام ظہوری کی ازلی و ذاتی و باطنی اضافت ہے۔ اور حادث و محدود خارجی مضافات کا قیام اسی ازلی و ذاتی و باطنی ظہور کی تاثیر کا صدوری اثر اور مخفی کمال کی مشہودی مثال ہے اور اگر ذات واجب سے ازلی و ذاتی و باطنی اور واحد اضافت کا ظہور ممتنع مفروض ہو (حالانکہ یہ وہم محض پر مبنی مفروضہ ہے جو استدلال کی روس خلاف عقل ٹھہرتا ہے) تو اس سے اسی ماہیت کے برخلاف (اگر اس کے لئے اضافت ذاتی ممتنع مفروض ہو) حادث و محدود و متغیر و خارجی اور کثیر مضافات کا صدوری قیام اور ان سے متعلقہ انضمامی اضافت کیونکر ممکن متصور ہو گی؟

(۷)

جیسا کہ رسالہ اثبات فی التوحید میں بیان کیا جاچکا ہے۔

ممکنات محدثہ کے وجود و حدوث و بقا کے لئے تین صفتوں کی صورت نا گریز ہے۔

نمبر ا۔ علت مفیدہ کیونکہ ممکن الوجود کا اپنی ماہیت کے اعتبار سے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم اور وہ سبوق بالعدم ہے پس اس کے وجود کی عدم پر ترجیح کے لئے واجب موثر کے افادہ وعلت مفیدہ) کی ضرورت ہے۔

نمبر ۲۔ علت محدثہ کیونکہ علت مفیدہ کا افادہ ازلی ہوگا۔ اور کائنات محدثہ کا وجود حادث ہے پس حدوث وصدور ممکن کیلئے ایک اور یعنی علت محدثہ کی احتیاج بھی نا گریز ہے جو ازلی علت معبدہ اور معلول علت محدثہ میں بطور واسطہ ہو۔ تاکہ ازلی علت معبدہ ہے خاص وقت میں معلول کے صدر کی ترجیح کا سبب ہو۔ ورنہ ازلی افادہ کی بجائے خاص زمانہ میں اور حادث تاثیر کے لئے ترجیح بلا مرجح نظر بخصوص وقت لازم آئے گی۔ پس علت قدیم کے ساتھ معلول حادث کے ربط کے لئے علت محدثہ کا واسطہ نا گریز ہے۔ جس کی علت معبدہ کے ساتھ تو اضافت ازلی اور باطنی ہوگی۔ مگر مخلوق حادث کے ساتھ اضافت حادث اور خارجی ہوگی۔

نمبر ۳۔ علت مبقیہ۔ ممکن الوجود نہ صرف اپنے وجود وحدوث میں بلکہ اپنے بقا میں بھی تاثیر واجب کا محتاج ہے۔ کیونکہ وہ اپنے وجود میں مستقل اور قائم بالذات نہیں۔ اس لئے کہ اس کے وجود کے لئے علت معبدہ اور حدوث زمانی کے لئے واسطہ علت محدود اور اس کے بقا کے لئے واسطہ علت مبقیہ کی ضرورت ہے، جو ازلی مضافین کی ازلی اضافت یعنی وحدت آتی اور مثالی معنی میں بمنزلہ حقیقت روحی ہوگی۔ ورنہ دو متغائیر ازلی ماہیتوں کے فرض سے تیسری متغائیر ماہیت کی ضرورت اور تکثر وجبا کا محال لازم آئے گا پس علت معبدہ سے علت محدثہ کے وسیلہ سے ممکنات محدثہ کا صدور (قیام صدوری) یعنی مخلوقات کی تخلیق ہوگی اور علت محدثہ سے علت مبقیہ (مضافین ازلی کی حقیقۃ وحدہ) کے وسیلہ سے مخلوقات کے ارتقا اور بقا کی تاثیر کا عکسی افادہ ہوگا۔

(۸)

ذی عقل ہستیوں کے ہر اختیاری کام کی ضرور کوئی غائت ہونا چاہیے پس اگر کوئی فاعل مختار کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اس کام سے اس کا اپنا استفادہ مقصود ہوگا یا کسی دوسرے کے لئے افادہ۔ اور انسانی طبیعت کے موافق دوسروں کے لئے افادہ کا داعی (مقتضی فعل) حصول ثواب ہوگا یا اضافت محبت یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا کام نیکی کے خیال سے کرے گا یا ان کی محبت کی وجہ سے۔ اور جو یہ کام کسی کے خوف ما اپنے لالچ کی وجہ سے کئے جائیں گے۔ وہ اضطراری ہوں گے کہ اختیاری اور طبعی میلان پر مبنی۔ پس انسان کی طرف سے حقیقی ایثار کے کاموں کا داعی اضافت محبت ہی ہوسکتی ہے۔ اور محبت کی فضیلت ہمہ گیر طور پر ایسی مسلم ہے۔ اور اس کے زیر اثر ہر طرح کے ایثار کا صدور ایسا بدیہی امر ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی قیل و قال کی گنجائش ہی نہیں۔ پس استدلال انی کے رو سے خالق کائنات کی کامل ذات اس افضل صفت کمال سے خالی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر اس کی محبت کی اضافت صرف مخلوق کی طرف مفروض ہو۔ تو ازلیت اور مرتبہ ذات میں اس صفت کمال کے نہ ہونے سے استکمال لازم آئے گا۔ اور یہ صرف انضمامی ٹھہرے گی۔ نیز ازلی و غیر محدود ذات کی محبت کی سیری محدود و حادث مخلوقات کی اضافت سے ممکن نہیں۔ پس محبت کی اضافت کا واجب بالذات میں ازلی و باطنی ہونا ضرور ہے۔ اور جبکہ حقیقۃ محضہ سے حقیقۃ اضافہ کا ظہور بطور ازلی تجلی کے ماننا لا ابد اور نا گریز ہے۔ جیسا کہ پیشتر مبرہن ہو چکا۔ تو حقیقۃ محضہ بمنزلہ اب اور حقیقۃ اضافتہ بمنزلہ ابن میں محبت کی غیر محدود و ازلی و باطنی اضافہ کے انکار کی گنجائش نہیں۔ پس حقیقۃ محضہ سے حقیقۃ اضافتہ کے وسیلہ سے ممکنات محدثہ کا صدور اس ازلی محبت کے کمال کی معموری اور باطنی تاثیر کا خارجی اثر ٹھہرے گا۔ جو اس قسم کے سوالوں کا مسکت جواب ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کامل بالذات اور مستغنی عن الغیر ہے تو اس نے کائنات محدثہ اور مخلوقات خارجہ کو کیوں پیدا کیا؟ اور کیوں اس کو سنبھالتا ہے؟ اور بنی آدم کی بے شمار نافرمانیوں اور مکروہ گناہوں کے باوجود وہ قدوس مطلق اور غیور خداوند کوں تحمل کرتا ہے؟ اور اس کی قدوسی اور غیرت اور قدرت کیوں گنہگاروں اور سرکشوں کی ابدی ہلاکت کا موجب نہیں ہوتی؟

جیالوجی اور ار کیالوجی کی بدیہی شہادتیں اور استدلال اور مشاہدہ پر مبنی حکماء عالم کے متفقہ مسلمات کے رو سے ویدنی کائنات کی تدریجی ارتقا اس قدر مسلم الثبوت ہے کہ اس کی تصدیق کے لئے کسی بحث و نظر کی ضرورت نہیں۔ اگر اس کے متلق اختلاف آراء ہے۔ تو اس امر میں کہ اس تدریجی ارتقا کا حقیقی نظام فوق الفطرت اور الٰہی حکمت وقدرت سے متعلق سے باصعی اتفاقات سے وجود پذیر اور عقل وارادہ ہے۔ بے بہرہ طبعی قوتوں کے اضطراری حوادث سے متعلق ہے ؟

جو لوگ خدا کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ مخلوقات کے ارتقا کی تکمیل اور اس ۔۔۔۔۔اور انتہائی جزئی وہ ہو سکتی ہے۔ جس سے اعلیٰ درجہ ۔۔۔۔۔امکان تک باقی نہ رہے۔ ورنہ یا تو مخلوقات کا سلسلہ ناقص ٹھہرے گا اور اس کی تکمیل کے لئے کسی اور مخلوق کی ضرورت لازم آئے گی۔ اور ایا ایسے مخلوق کی آخری جزئی قرار دینے سے کہ جس سے اعلیٰ مخلوق کا امکان باقی ہو۔ خالق کی قدرت مطلقہ کا انکار لازم آئے گا۔ کیونکہ ایسی جزئی کو اس کا آخری مقدور قرار دینا جس سے اعلیٰ مخلوق کا تصور ممکن ہو۔ اس کی قدرت کے لئے حد کا متلزم ہو گا۔

عالم محسوسات میں مخلوقات کے مدارج، جمادات، نباتات، حیوانات اور نوع انسان ہیں۔ اور مذہبی عالم میں نوع انسان کو جسمانی اور روحانی عالم کا درمیانی ما بالفاظ دیگر ایسی نوع مانا جاتا ہے جس کی جسمانی طبعیت، عالم اجسام سے اور روحانی طبیعت، روحانی نظام سے وابستہ ہے۔ مگر سارے غیر مسیحی مذاہب اس امر پر متفق الکلمہ ہیں۔ کہ انسانی نوع ہے مخلوقات کے سلسلہ کا آخری درجہ ہے۔ اور اسی کے بعض افراد اپنی عبادت اور اعمال حسنہ اور دیگر اکتسابی، سائل اور بعض اسکے علاوہ خالق کی طرف سے اعزازی رتبہ پانے کے سبب سے اپنی محدود و حادث قابلیتوں کے ساتھ ہی انجام کار خدا تعالیٰ کی غیر محدود وازلی ذات تک رسائی حاصل کر لیں گے۔ اور اس طرح سے انسانی افراد کو محدود حادث ماہیت کا انسان اور خدا تعالیٰ کو ازلی و غیر محدود ذات کا خدا یعنی دونوں۔۔۔۔۔ماہیتوں میں بون البعد اور غیر متناہی وری ماننے کے باوجود انسانی افراد کا الٰہی ذات تک توصل ممکن مفروض ہو گا اور حادث و محدود وانسان کی اپنی محدودت وحادثت قابلیتوں اور محدود وحادث ماہیت کے ساتھ غیر محدود وازلی ذات تک رسائی ہو و سکے گی۔ لیکن یہ عقیدہ خلاف عقل ہے کیونکہ :

اپنی محدود و حادثت و ترقی پذیر قابلیتوں کے ساتھ اور انسانی ماہیت رکھتے ہوئے انسانی افراد کی ذات الٰہی تک رسائی کا اعتبار اسی صورت میں ممکن ہو گا جبکہ ذات الٰہی کی ازلیت سے مراد انگنت واقات کی کمیت زبانی ہو۔ اور اس کی بے حدی سے مراد بے روک وسعت کی کمیت مکانی ہو۔ لیکن اس مستحیل اعتبار سے خدا تعالیٰ کے وجوب واستقلال اور اس کے محیط کل و علیم کل اور سر و پاک اور سر و گیہ ہونے کے مسلمات، ریت پر لمبی عمارت کی طرح عقلی استدلال کے طوفان سے پاش پاش ہو جائیں گے۔ اور اگر اس کی ازلیت سے یہ مراد ہو کہ وہ زمانی او قات کی ہر اعتبار کی کمیت سے منزہ ہے اور اس کے نزدیک ایک دن اور ہزار سال اور ماضی و مستقبل برابر ہیں۔ اور اس کی بے حدی سے یہ مراد ہو۔ کہ وہ ہر طرح مکانی کمیت کی حدود و قیود سے پاک ہے۔ اور اس کے نزدیک دوری اور نزدیکی اور ایک گز اور ہزار میل کا ماپ مساوی ہے اور اس کی ذات ہر طرح کے ممکات اور متکفیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور وہ مستقل بالذات اور بے تبدیل ہے۔ تو پھر کسی محدود و حادثت مخلوق کی اس تک رسائی کا فرض عقلی اور اعتبار سے محال اور مذہبی اعتبار سے بدترین کفر مصور ہو گا۔ کیونکہ اس اعتبار سے یہ مفروضہ لازم ہے آئے گا۔ کہ انسانی ماہیت اپنی حدود و حدوث کی صدود و قیود کو پار کر کے ازلیت و بے حدی کی فوق القیاس رفعت تک پہنچ سکتی ہے یا سادہ الفاظ میں انسانی افراد، الوہیت کے درجہ تک پہنچ کر خدا بن سکتے ہیں پس اس سے بڑھ کر از روئے عقل متلزم محال اور بہ اعتبار مذہب متلزم کفر مفروضہ ہو نہیں سکتا۔ اس وجہ سے یا تو مخلوقات کے انتہائی اور آخری درجہ کے ساتھ ذات الٰہی کا اتصال قطعاً محال ٹھہرے گا اور اس فرض سے حادث و محدود مخلوقات کا صدور بھی ذات الٰہی سے متلزم محال ہو گا۔ کیونکہ اگر مخلوقات کے کمال وانجام کی اضافت خدا تعالیٰ کے ساتھ ممتنع مفروض ہو۔ تو اسکے آغاز ابتدا کی اس کے اضافت کا اعتبار بدرجہ ادنی محال ٹھہرے گا تاوقتیکہ یہ نہ مان لیا جائے۔ کہ مخلوقات کے وجود کے صدور و آغاز کا باعث ممکنات (جو سبق بالعدم ہیں) کی استعداد نہیں۔ بلکہ ذات الٰہی کی حقیقتہ اضافتہ

(جو حدوحدوث سے مناسبت رکھتی ہے) کے وسیلہ سے حقیقۃ محضہ کے ازلی افادہ کی حادثت تاثیر ہے اوراسی حقیقۃ اضافتہ کے واسطہ سے ازلی غیر محدود وذات الٰہی کی محدثات ومحدورات کے ساتھ اضافت ہے۔اوراسی کے واسطہ سے ذات واجب کی علت مبعیہ کی تاثیر سے ممکنات ومحدثات کے لئے ارتقاوتاثر کااستفادہ ممکن ہے۔

الغرض مخلوقات کے کمال وانجام کی اضافت واتصال ذات الٰہی کے ساتھ عقلی اعتبار سے ضروری ثابت ہوتی ہے لیکن یہ ضرورت ممکنات کی طرف سے نہیں۔بلکہ ذات الٰہی کی طرف سے تکمیل پاسکتی ہے۔یعنی ماہیت انسانی وماہیت واجب میں اتصال کاامکان،انسانی ماہیت کے ذات الٰہی کے ساتھ توصل کے اعتبار سے محال ہے۔لیکن ذات الٰہی کے انسانی ماہیت کے ساتھ توصل سے نہ صرف ممکن بلکہ ضروری ٹھہرتا ہے۔یامثالی اعتبار سے سادہ الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ مخلوقات کے انتہاوانجام کے ذات الٰہی سے اتصال کاامکان،مخلوقات کی صعودی جزئی کے الوہیت کے ساتھ توصل کی جہت سے نہیں بلکہ ذات واجب کی حقیقۃ اضافتہ کے واسطہ سے ازلی محبت کے افادہ کے نزولی ایثار اور انسانی ماہیت کے ساتھ توصل کی جہت سے ہے۔اور انسانی فہم کے مطابق مثالی الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ الٰہی اور انسانی ماہیتوں کی ملاقات انسانی ماہیت کے الٰہی ذات کے اختیار کرکے اس کے ساتھ اشتراک کی جہت سے تو محال اور کفر ہے۔لیکن الٰہی ذات کے انسانی ماہیت کو بطور مظہر (حقیقی اضافی بیت اللہ) اختیار کرکے اس کے ساتھ اشتراک کی جہت سے نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے اور انسانیت کے الٰہی ذات کے ساتھ ملاقات اور اتصال سے مراد کسی انسانی فرد کاایمان کے وسیلہ سے حقیقی اضافی بیت اللہ (حقیقۃ اضافتہ کاظرف ظہور) کی انسانیت میں روحانی اشتراک حاصل کرنا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگرذات واجب کو قادر مطلق اور سروشکیتمان ماننے کے باوجود یہ فرض کرلیا جائے کہ مخلوقات کا ارتقانوع انسان پر ختم ہوگیا۔اور یہی ۔۔۔۔۔کاآخری اور انتہائی مقدور ہے۔اور انسانیت والوہیت کے دریان جو غیر متناہی بعد پایا جاتا ہے۔اس کو وہ کسی ایسی اعلیٰ۔۔۔سے پر نہیں کرسکتا۔جواپنی ماہیت کے اعتبار سے ۔۔۔۔۔مخلوقات سے موافقت بلکہ الوہیت سے بھی موافقت ومناسبت رکھتی ہے۔اور مخلوقات کی انتہائی اور اعلیٰ واکمل جزئی کے طور پر خالق اور مخلوقات میں درمیانی ہوسکتی ہے جس کے وسیلہ سے خدا کادنیا کے ساتھ میل کرلینا ممکن ہو۔تواس ضعیف مقدور یعنی انسان سے اعلیٰ مقدور ومخلوق کے امکان بلکہ کے باوجود قادر مطلق کی طرف سے اس کاافادہ نہ ہونااسکی قدرت مطلقہ کے منافی ٹھہرے گا۔

پس لامحالہ یہ مانناپڑے گا۔کہ خدا تعالیٰ نے انسان ہی کواعلیٰ اور آخری مخلوق نہیں بنایا۔بلکہ اس کے بعد حقیقۃ اضافتہ کے انسانی ماہیت کواپنادائمی مقدس (حقیقی اضافی بیت اللہ) بنانے سے نوع انسان سے اعلیٰ اور نئی مخلوق کاوجود پذیر ہوناضرور ہے اور اس نئی مخلوق کامثال آدم ہی اپنی ذاتی وازلی حیثیت سے ذات الٰہی کے ساتھ واحد،اوراپنے ایثار واختیار سے حادث ومحدود انسانی ماہیت کواپنادائمی مظہر بنانے کے باعث اس سے متحد ہوکر خدااور انسان میں درمیانی ہوسکتا ہے اور اس کے وسیلہ سے ہی خدااور دنیا میں میل ہوسکتا ہے۔پس وہی الوہیت اور انسانیت میں واسطہ اتصال اور ایشورتواور منشتو میں سنگھم ہوسکتا ہے۔